Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 238-250
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

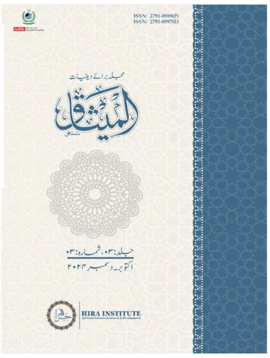

عہدِ نبوی ﷺ میں محنت واجرت کا تصور اور نظائر کا تحقیقی مطالعہ

Labor and Wage Principles in the Prophetic Era ﷺ: A Comprehensive Study of Concepts and Precedents

1. Muhammad Muzamil muzammil10126@gmail.com	*PhD Scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi.*
2. Dr. Taaj Muhammad tajmuhammad1964@gmail.com	*Assistant Professor, University of Karachi.*
3. Muhammad Imran Mushtaq imranmushtaq681@gmail.com	*Lecturer, Defence Degree College, DHA, Lahore.*

How to Cite: Muhammad Muzamil, Dr. Taaj Muhammad and Muhammad Imran Mushtaq. 2024: "Labor and Wage Principles in the Prophetic Era ﷺ: A Comprehensive Study of Concepts and Precedents". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 238-250.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
29-11-2024	21-12-2024	31-12-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

عہدِ نبوی ﷺ میں محنت واجرت کا تصور اور نظائر کا تحقیقی مطالعہ

Labor and Wage Principles in the Prophetic Era ﷺ: A Comprehensive Study of Concepts and Precedents

1. **Muhammad Muzamil**
PhD scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi.
muzammil10126@gmail.com

2. **Dr. Taaj Muhammad**
Assistant Professor, University of Karachi.
tajmuhammad1964@gmail.com

3. **Muhammad Imran Mushtaq**
Lecturer, Defence Degree College, DHA, Lahore.
imranmushtaq681@gmail.com

Abstract

This research explores the principles and practices surrounding labor and wages during the Prophetic Era ﷺ, focusing on ethical, social, and economic aspects. The study investigates how Islamic teachings established a framework for justice, fairness, and dignity in employer-employee relationships. Drawing from authentic historical sources, including Hadith literature and the Seerah of Prophet Muhammad ﷺ, the research highlights key practices such as the prompt payment of wages, prohibition of exploitation, and the emphasis on mutual consent in employment agreements. The findings demonstrate that the Prophetic guidance laid the foundation for a balanced socio-economic system where the rights and responsibilities of both employers and workers were clearly defined and protected. Special attention is given to precedents emphasizing fair treatment, respect for labor contributions, and mechanisms for dispute resolution. This research contributes to the understanding of how the principles derived from the Prophetic era remain relevant for contemporary labor and wage challenges, offering practical solutions for promoting equity, social harmony, and justice in modern economies.

Keywords: *Labor, Wage, Economy, Prophetic Era, Equity.*

تمہید

کسبِ معاش کی تلاش میں انسان نے ہر دور میں مختلف ذرائع اختیار کیے جن میں سے ایک ذریعہ اجیر کا بھی ہے۔لفظ اجیر اُجرت پر کام کرنے والے کے لئے بولا جاتا ہے۔آج کے دور میں اُجرت پر کام کرنے والے کو معیوب جانا جاتا ہے اور جو افسر بن کر بیٹھا کام کروا رہا وہ معزز جانا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی اجیر ہی کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔فرق یہ ہے کہ ایک مزدور محنت ومشقت سے اور دوسرا دفتر میں بیٹھا رزق کما رہا ہے لیکن معاشرے میں محنت ومشقت سے کام کرنے والے اجیر کو معیوب جانا جاتا ہے۔مزدور احساس کمتری کی جن کیفیات سے گزرتا ہے ان کا خیال بھی محال ہے۔قرآن وسنت نے مزدور کی فضیلت واہمیت کو جس قدر اجاگر کیا ہے اس کی دیگر مذاہب میں کوئی مثال نہیں ملتی۔مزدور کی حوصلہ افزائی اور اُس کو اِس احساس محرومی سے نکالنے کے پیش نظر ہی یہ مقالہ پیش کیا جا رہا ہے۔

سابقہ تحقیقات

مزدوروں سے متعلق بہت ساری تحقیقات منظرِ عام پر آچکی ہیں جن کی تفصیلات اس مختصر مقالہ میں پیش کرنا ممکن نہیں۔ البتہ کچھ تحقیقات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

- **وسائل معاش: ترجمان فطرت از مولانا سید ظہور احمد، ایڈیٹر رسالہ تجلی دہلی:** اس تحریر میں بھی مزدور کے حقوق کے متعلق کچھ ابواب بندی کی گئی ہے جس میں مزدوری کی اہمیت و فضیلت کو مختصر مگر جامع انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ مزدور کی حوصلہ افزائی کے لیے اٹھائے جانے والے اقدامات کو سراہا گیا ہے۔ ایسی تحقیقات زیادہ سے زیادہ شائع ہو کر عوام تک پہنچنی چاہئیں۔
- **مزدور تحریک اور میں از خورشید احمد:** اس تحریر نے مزدوروں کے حقوق کے متعلق ایک انقلابی کردار ادا کیا۔ اس تحریر کے ذریعہ مزدوروں کو اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے کا جذبہ فراہم ہوا۔ مزدوروں کو ان کے حقوق کا شعور دیا گیا۔
- **عالمی مزدور تحریک از ولیم زید فاسٹر، مترجم: عبدالحمید:** عوامی کتاب گھر لاہور سے شائع ہونے والی اس کتاب نے مزدوروں کے حقوق کے لیے اُٹھنے والی اس عالمی آواز کو عام عوام تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کیا جس سے عوام کو مزدوروں کے حقوق کا شعور اور آگاہی حاصل ہوئی۔

محنت کی عظمت وفضیلت

محنت ومزدوری ایک ایسا شعبہ ہے جس میں مشقت کے آثار ہاتھوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور ان آثار کی نبی کریم ﷺ نے عزت وتکریم کی ہے۔ جب رسول خدا ﷺ غزوہ تبوک سے پلٹے تو سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے، نبی اکرم ﷺ نے بڑھ کر مصافحہ کیا جیسے ہی سعد انصاری کا ہاتھ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں میں آیا تو آپ نے محسوس کیا کہ ان کے ہاتھ سخت ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارے ہاتھ سخت کیسے ہو گئے ہیں؟ تو حضرت سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یا نبی اللہ! بیلچے اور کدال سے کام کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرتا ہوں جس کی وجہ سے میرا ہاتھ سخت ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے سعد کے ہاتھوں کو چوما اور فرمایا: یہ وہی ہاتھ ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہیں جلا سکتی۔[1] روایت سے محنت کی عظمت اور فضیلت کا بخوبی ادراک کیا جا سکتا ہے۔

آجر واجیر کا تعلق اور اساسی اصول

اسلام طلب ورسد یعنی آجر واجیر کے فطری قوانین کا نہ صرف معترف، بلکہ اس سے متعلق واضح ہدایات بھی دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًا۔[2]
>
> ہم نے ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے، تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔

یہاں کام لینے کو طلب یعنی آجر اور کام کرنے کو رسد یعنی اجیر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی باہمی کشمکش اور امتزاج سے ایک متوازن معیشت وجود میں آسکتی ہے۔ دینِ اسلام اس حوالے سے ہدایات دیتا ہے۔ ایک موقع پر جب آپ ﷺ سے بازار میں فروخت ہونے والی اشیا کی قیمتیں اور نرخ متعین کرنے کی درخواست کی گئی تو جواباً آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> إِنَّ اللهَ هُوَالْمُسَعِّرُالْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ۔[3]
>
> یقیناً اللہ تعالیٰ ہی قیمت مقرر کرنے والے ہیں، وہی چیزوں کی رسد میں کمی، زیادتی کرنے والے اور وہی رزاق ہیں۔

ایک اور حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ بازار میں رائج آجر واجیر کے قوانین فطری ہیں، ان میں تبدیلی

درست نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہریوں کو دیہات والوں کے لیے یعنی ان سے مال لے کر خود شہر میں گراں قیمت میں فروخت کرنے سے منع فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا:

دَعُوا النَّاسَ يرزُقُ اللهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ[4]

لوگوں کو آزاد چھوڑ دو تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے رزق عطا فرمائے۔

اس حدیث میں تیسرے شخص کی مداخلت کو روکنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اجرت اور کام کا متوازن نظام برقرار رکھا جا سکے اور ذخیرہ اندوزی کے ذریعے مصنوعی کمی پیدا کر کے طلب و رسد کے قدرتی توازن میں خلل ڈالنے سے بچا جا سکے۔ گویا اسلامی معاشی احکام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مجموعی طور پر طلب و رسد اور ذاتی منفعت کے محرکات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جدید معاشی نظریات کی طرح ان کو بے لگام نہیں چھوڑا گیا کہ جیسے چاہیں معاملات کیے جائیں، کیونکہ مطلق آزادی ذخیرہ اندوزیوں کو جنم دیتی ہے، جس سے مارکیٹ کا نظام تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔[5]

کسبِ معاش اور اسوہ حسنہ

نسلِ انسانی میں انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ متوکل اور ان سے زیادہ دنیا سے بے رغبتی رکھنے والا کوئی دوسرا طبقہ نہیں ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی زندگی کے وسائل و اسباب اختیار کیے۔ کسبِ معاش محنت و مشقت کے ساتھ اپنے ہاتھوں کما کر کھانا انبیاء کا شیوہ ہے، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وہ شعبہ اختیار کیا جو آج کا مزدور اختیار کرتا ہے، اس لئے دنیا آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی رحمت بحیثیت انسان کامل کے نام سے یاد کرتی ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر مزدوروں کے عمومی شعبے کو دیکھیں تو دنیا کا ہر مزدور فخر کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب معاش میں ہر مشکل کام کیا۔ ڈاکٹر احسن عظیم گیلانی لکھتے ہیں:

> رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں حسب ضرورت محنت مزدوری بھی کی، بکریاں بھی چرائیں اور تجارت بھی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خود فرمایا کہ میں نے فلاں قبیلے کی بکریاں اتنی اجرت پر چرائی تھیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عام طور پر انبیاء کرام علیہم السلام سے بکریاں چرانے کا کام لیا ہے۔[6]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بکریاں چرانے کا قرآن کریم میں ذکر ہے کہ ان کا باقاعدہ آٹھ یا دس سال کا معاہدہ تھا جس کے تحت انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں۔ چنانچہ اسباب و وسائل کا اختیار کرنا اس دنیا میں لازمی ہے۔

کسبِ معاش کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل

اگر تاریخ اسلام پر نگاہ دوڑائی جائے تو اسلام کی شروعات سے ہی کاروبار کی شروعات نظر آتی ہیں۔ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں پال کر فروخت کیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کپڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چمڑا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خَود اور زِرہیں فروخت کر کے اپنے معاش کو سہارا دیا۔ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھجوروں سے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے پتھروں سے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے لکڑی کے برادے سے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اون سے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کھجور کی چھال سے، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے مشکیزوں سے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جنگل کی لکڑیوں سے اپنے گھر کی کفالت کا فریضہ سرانجام دیا۔[7]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت فرمائی جس کی تفصیل کتب سیرت میں ہے۔ جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آ گئے تو انہیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور اکثر مہاجرین بیمار ہو گئے۔ ان میں صدیق اکبر، عامر بن فہیرہ اور بلال بن رباح رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک ہی گھر کے افراد شامل تھے۔ بخار نے انہیں پریشان کر دیا۔ پیارے آقا محمد مصطفےٰ ﷺ روزانہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔[8] مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معاشی طرزِ عمل میں آپ نے بھی تجارت کا کام شروع کیا ان کے بارے میں عبد المصطفیٰ اعظمی لکھتے ہیں:

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرح دوسرے مہاجرین نے بھی دکانیں کھول لیں۔[9]

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے بااعتماد ساتھی تھے۔ مہاجرین میں آپ ایک مستحکم مالی حیثیت رکھتے تھے۔ اقبال گیلانی لکھتے ہیں:

قبولِ اسلام کے وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عمر 26 سال تھی، پیشہ تجارت تھا اور ایک مستحکم حیثیت کے مالک تھے، آپ نہایت طویل القامت اور ورزشی جسم کے مالک تھے اور بائیں ہاتھ سے لکھتے اور تمام کام کرتے تھے۔[10]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے "قینقاع" کے بازار میں کھجوروں کی تجارت شروع کی، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تجارت میں مشغول ہو گئے تھے۔ دیگر مہاجرین نے بھی چھوٹی یا بڑی تجارت کا آغاز کر دیا۔ اگرچہ مہاجرین کے لیے انصار کا گھر ایک مستقل مہمان خانہ تھا مگر مہاجرین نے زیادہ دنوں تک انصار پر بوجھ نہیں ڈالا بلکہ اپنی محنت اور بے پناہ کوششوں کے ذریعے بہت جلد خود کو مستحکم کر لیا۔[11]

عہد نبوی ﷺ میں محنت واجرت کے عمومی شعبہ جات

نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین کا مزدوروں کے شانہ بشانہ کام کرنا اور رزق کمانا تاریخ کا ایک سنہری باب ہے جس کی روشنی آج بھی ہر سُو ہے۔ ذیل میں عہدِ نبوی ﷺ میں محنت واجرت کے عمومی شعبہ جات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اوّل: محنت و مزدوری

کسبِ معاش میں محنت کو خاص اہمیت حاصل اور خود محنت کر کے کمانے کو سراہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی میں محنت و مزدوری ہر فرد کے لئے باعث فخر تھی۔ السنن الکبریٰ کتاب الاجارۃ کی ایک روایت میں ہے:

كسْبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ[12]

حلال روزی کمانا فرائض (لازمہ) کے بعد فریضہ ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم ہے کہ بہترین اُجرت وہ جو انسان خود اپنے ہاتھوں کما کر کھائے۔[13] اس حدیث نبوی سے ظاہر ہے کہ اللہ کو انسان کی سب سے محبوب کمائی وہ ہے جو وہ اپنے ہاتھ سے کمائے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کھانا وہ پسند ہے جسے انسان اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے اور یہ فضیلت مزدور کو حاصل ہے کہ وہ محنت و مشقت سے اپنا رزق حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام نے جہاں محنت کی رغبت دلائی وہاں لوگوں سے سوال سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

لَأَنْ يأْخُذَ أَحَدكمْ حَبْلَهُ فَيأْتِي بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيبيعهَا فَيكفَّ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَير لَهُ مِنْ أَنْ يسأَلَ النَّاسَ أَعْطُوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ۔[14]

اگر کوئی اپنی رسی اٹھائے اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس کو بیچے اور اللہ اس کے ذریعے اس کی عزت بچائے رکھے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے کہ وہ دیں یا نہ دیں۔

اس حدیث میں مانگنے سے بچنے پر اُبھارا گیا ہے۔ نیز اس حدیث سے ہاتھ کے کام کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے اور کسی سے کام کروانے کی بجائے براہ راست خود کام کرنے کا مقدم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں حضورِ اکرم ﷺ نے فکرِ طلبِ معاش کو (مخصوص) گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ:

اِنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبًا، لاَ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَلاَ الصِّيَامُ وَلاَ الْحَجُّ وَلاَ الْعُمْرَةُ، قَالُوْا: فَمَا يكفِّرُهَا يا رَسُوْلَ اللهِ؟! قَالَ: اَلْهُمُوْمُ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ۔[15]

گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں نہ نماز معاف کرواتی ہے، نہ ہی صیام (روزہ) اور نہ حج اور عمرہ معاف کراتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر انہیں کون سی چیز معاف کرواتی ہے؟ حضور مکرم ﷺ نے فرمایا: ان کا کفارہ کسبِ معاش میں پیش آنے والی پریشانیاں ہیں۔[16]

خود حضور مکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اولین پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ خود محنت فرما کر اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے روزی کماتے، خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے۔ نبوت سے پہلے کی حیاتِ طیبہ میں کئی ایک تجارتی اسفار جو شام، بصرہ اور یمن کی طرف اختیار فرمائے قابلِ ذکر ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کی مبارک اور پاکیزہ تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کسبِ حلال شریعت مطہرہ میں محمود اور مطلوب ہے۔

دوم: سرمایہ کاری اور تجارت

عہد نبوی ﷺ میں صاحبِ دولت تجارت میں سرمایہ کاری کرتے جیسا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو مال دے کر بھیجا۔ سرمایہ کاری اور تجارت اس دور کا اہم ذریعہ معاش تھا جس سے کئی صحابہ کرام وابستہ تھے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے بھی تجارت کی، بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس میں حصہ لیا اور بہترین مثالیں قائم کیں۔ حضرت عبد اللہ بن ابی الحمساء سے روایت ہے کہ میں نے بعثت سے قبل ایک مرتبہ حضرت محمد بن عبد اللہ ﷺ سے ایک معاملہ کیا، میرے ذمے کچھ دینار باقی تھے اور میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ فوراً لے کر آؤں گا۔ مگر اتفاقاً گھر جا کر وعدہ بھول گیا۔ تین دن بعد یاد آیا کہ میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا تھا۔ جیسے ہی یاد آیا، فوراً وعدہ گاہ پہنچا اور آپ ﷺ کو اسی مقام پر منتظر پایا۔ آپ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا: تم نے مجھے زحمت دی، میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے بعثت سے قبل حضرت عبد اللہ بن سائب کے ساتھ بھی تجارت میں شرکت فرمائی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن سائب نے کہا: آپ ﷺ میرے شریک تجارت تھے اور آپ ﷺ بہترین شریک تھے، نہ کبھی کسی بات کو ٹالتے تھے، نہ کسی بات میں جھگڑتے تھے۔[17]

تجارت اور سرمایہ کاری کی اہمیت کے لیے یہ جاننا لازم ہے کہ اسلام دولت اور سرمایہ کو ناپسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ اسلامی تعلیمات میں جابجا اسے "خیر" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّه لِحُبِّ الْخَير لَشَدِيد۔[18]

بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيرٍ يوفَّ اِلَيكمْ۔[19]

اور تم مال میں سے جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں پورا پورا دیا جائے گا۔

مال کا حصول صرف حلال طریقے سے ہونا ضروری ہے۔ حلال مال وہی شمار ہو گا جس کا ذریعہ بھی حلال ہو۔ اگر ذریعہ حرام ہو گا تو رزق بھی حرام اور ناپاک تصور کیا جائے گا جیسے حلال اناج یا گندم کو چوری کے ذریعے حاصل کرنا۔ اسی طرح پیسہ رشوت یا غبن کے ذریعے کمانا، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ کرنا یا جھوٹ بول کر حاصل کرنا، یہ سب رزق کو بھی حرام کر دینے والے عوامل ہیں۔ مال کے حصول میں دیانت داری اور امانت داری کو مرکزی اصول کی حیثیت دی گئی ہے تاکہ باہمی مفادات کا احترام اور تقدس قائم رہ سکے۔ چنانچہ باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَاأَيُّهَاالَّذِين آمَنُوْالَاتَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَينكمْ بِالْبَاطِلِ۔[20]

اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقہ سے مت کھاؤ۔

حلال رزق کو حلال طریقہ سے کمانے کی ترغیب آپ ﷺ نے ایک دوسرے انداز میں بھی ارشاد فرمائی ہے، چناں چہ ارشاد مبارک ہے:

أيماعَبْدٍ نَبَتَ لَحْمُه مِنَ السُّحْتِ وَالرِّبَا، فَالنَّارُأَوْلَى بِه۔ [21]

جس شخص کا گوشت ظلم اور سود سے پروان چڑھے، اس کے لیے جہنم کی آگ ہی زیادہ بہتر ہے۔

دوسرے کا حق چاہے زیادہ ہو یا معمولی، ناجائز طریقہ سے قبضہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، حدیث میں آیا ہے:

مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الأَرْضِ ظُلْماً طَوَّقَه اللهُ اياهُ يومَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِين أَرْضِين۔[22]

جس شخص نے ظلماً کسی سے زمین کا ایک بالشت حصہ لے لیا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سات زمینوں کا بوجھ اس کے گلے میں ڈال دے گا۔

ایک اور روایت میں معمولی اشیاء کے بارے میں فرمایا:

مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بيمينه فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيه الْجَنَّةَ، فَقَالَ لَه رَجُلٌ: وَانْ كَانَ شَيْئًا يسيرا يا رَسُوْلَ اللهِ؟! قَالَ: وَانْ كانَ قَضِيباً مِنْ أَرَاك۔[23]

جس نے کسی مسلمان کا حق قسم کے ذریعے ختم کر دیا، اللہ نے اس کے لیے جہنم واجب کر دی اور اس پر جنت کو حرام کر دیا، ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر بہت معمولی سی چیز کا معاملہ ہو تو؟ (پھر بھی ایسا ہی ہو گا) فرمایا: اگرچہ اراک درخت کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

معاشی مسائل کی گہرائی میں جانے سے پہلے ایک بنیادی نکتے کا سمجھنا ضروری ہے، جس کی وجہ سے جدید معاشی نظریات اور معاش کے اسلامی احکام میں تمیز اور فرق سہل ہو جاتا ہے، وہ یہ کہ اسلام اگرچہ سہولیات دنیوی کے ترک اور طلبِ رزق کی مشغولیت کو ناپسندیدہ سمجھنے میں رہبانیت کا مخالف ہے اور معاشی میدان میں انسانی حرکت کو نہ صرف مباح بلکہ بعض اوقات اسے پسندیدہ اور ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود معاش کو انسان کے لیے بنیادی مسئلہ قرار نہیں دیتا، نہ ہی معاشی ترقی کو حیاتِ انسانی کا مقصود و منتہا سمجھتا ہے۔ یہیں سے مادیت پر مبنی معیشت اور اسلامی تصورِ معیشت میں بڑا اور بنیادی فرق واضح ہو جاتا ہے کہ مادیت پرست معیشت ہی کو انسان کی زندگی کا مقصود و منتہا قرار دیتے ہیں، جبکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ بقدر ضرورت طلبِ معاش سے کوئی فرد بشر مستغنی نہیں، لیکن اسی کو انسانیت کی معراج سمجھنے کی ہرگز اجازت نہیں کہ انسان اسے اپنی کامیابی و ناکامی کے لیے معیار قرار دے۔

سوم: گلّہ بانی

عہدِ نبوی ﷺ میں کسبِ معاش کے حوالے سے گلہ بانی بھی ایک اہم شعبہ کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی

زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ سے تربیت پانے والے صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے، جس پر چل کر ہم جنت کی منزل کو پاسکتے ہیں۔ مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں کہ:

> کسبِ معاش کے ذرائع میں تجارت اور محنت سب سے افضل اور اطیب ذریعۂ معاش ہے، لہٰذا رسولِ خدا ﷺ نے تجارت اور سوداگری بھی فرمائی ہے۔[24]

تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اپنے زمانے اور حالات کے مطابق خدائی احکام اور قانونِ الٰہی پر عمل کیا۔ بالخصوص نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی اس کی بہترین مثال ہے۔ آپ ﷺ نے بچپن میں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کے ساتھ بکریاں چرائیں، توجوانی میں چچا ابو طالب کے ساتھ تجارتی سفر کے لیے شام جانے پر اصرار کیا۔ آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہؓ کا مال مضاربت کے طور پر لے کر تجارت کی اور اہلِ مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض جنگل میں چرائیں۔ روایات میں ہے کہ:

> آپ ﷺ نے جب آنکھیں کھولیں اور ذرا ہوش سنبھالا تو رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سے پوچھا: بھائی عبد اللہ نظر نہیں آتے، حضرت سعدیہ نے فرمایا: وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں، اسی وقت فرمایا: کل سے میں بھی بھائی عبد اللہ کے ہمراہ بکریاں چرانے جاؤں گا، گویا اسی وقت یہ احساس فرمالیا کہ اپنا بار دوسروں پر ڈالنے کے بجائے خود اُٹھانا چاہیے، نیز جب آپ ﷺ مکہ میں رہتے تھے تو اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے بدلے چراتے تھے۔[25]

اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مقام "الظہران" میں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ وہاں پیلو کے پھل چننے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: سیاہ دیکھ کر چنو وہ زیادہ خوش ذائقہ اور لذیذ ہوتے ہیں، ہم نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ بکریاں چرایا کرتے تھے؟ کہ آپ کو یہ بات معلوم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔[26] آپ ﷺ و دیگر افراد کا بکریاں چرانا عرب میں گلہ بانی کے معمول پر شاہد ہے۔

اس بات سے قطع نظر کہ آپ ﷺ یا دیگر انبیاء کرام کا بکریاں چرانا کیا نوعیت رکھتا ہے؟ اتنی بات طے ہے کہ اُجرت پر کام کرنا، چاہے وہ بکریاں چرانا ہو یا کوئی اور مشقت، شانِ نبوت و رسالت کے منافی نہیں ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے اس واقعے کی مختلف تاویلات پیش کی ہیں، مگر محققین کے نزدیک مزدوری یا اجرت لینا نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ خلافِ شریعت بھی نہیں۔ محمد اسحاق بھٹی انبیاء کرام علیہم السلام کے بکریاں چرانے کی حکمت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> اولادِ آدم اور بناتِ حوّا کی حالت جانوروں کی نسبت بکریوں سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے، کیونکہ اونٹ، گائے، بیل اور بھینس کو چرانا اور سنبھالنا اتنا مشکل نہیں جتنا بکریوں کو چرانا اور ان کی حفاظت کرنا۔ بکریاں کبھی اِدھر بھاگتی ہیں تو کبھی اُدھر، ابھی یہاں ہوتی ہیں تو تھوڑی دیر میں کہیں اور نظر آتی ہیں اور چرواہا بے چارگی کی حالت میں پریشان و سرگرداں رہتا ہے۔ کبھی اِدھر سے روکتا ہے تو کبھی اُدھر سے اور اس کے علاوہ بھیڑیئے کا خطرہ ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ درندہ ہمیشہ گھات میں رہتا ہے کہ کب چرواہے کی نظر ہٹے اور وہ اپنا شکار کرلے۔ چرواہا چاہتا ہے کہ تمام بکریاں ایک جگہ جمع رہیں تاکہ وہ بھیڑیوں اور درندوں سے محفوظ رہیں اور پھر صبح سے شام تک بکریوں کے پیچھے پیچھے دوڑتا رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح حضراتِ انبیاء بھی اولادِ آدم کے ریوڑ اور امت کے افراد کے

لیے ہمیشہ فکر مند و پریشان رہتے ہیں، تاکہ تمام افرادِ امت اور بنی آدم کا پورا ریوڑ صراطِ مستقیم پر گامزن رہے۔[27]

چہارم: شرکت و مضاربت

عہدِ نبوی ﷺ میں محنت کے عمومی شعبہ جات میں سے ایک شعبہ شرکت و مضاربت بھی تھا۔ عقدِ مضاربت دو افراد کے درمیان ایسے معاہدے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک جانب سے سرمایہ اور دوسری جانب سے محنت ہو اور پھر حاصل ہونے والا نفع دونوں کے مابین حسبِ معاہدہ تقسیم ہو۔ آپ ﷺ نے قیس بن سائب کے ساتھ بھی تجارت میں شرکت فرمائی تھی، وہ فرماتے ہیں:

كان خير شريك لا يماري ولا يشاري۔[28]

آپ بہترین شریک تھے، نہ جھگڑتے تھے، نہ کسی قسم کا مناقشہ کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے مال سے بطور مضاربت ملک شام جا کر تجارت کرنا اتنی شہرت اور تواتر کے ساتھ معروف ہے کہ اس کا ذکر بے شمار مواقع پر کیا جاتا ہے۔ اسی سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا اور واپسی پر اس سفر کی روداد سناتے ہوئے انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا: لات و عزیٰ کی قسم کھاؤ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے کبھی لات و عزیٰ کی قسم نہیں کھائی۔ یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا: یہی نبی آخر الزمان کی نشانی ہے۔ یہی سفر عقدِ مسنون کا سبب اور ذریعہ ثابت ہوا، جو بعد ازاں ایک عظیم واقعہ کی صورت میں سامنے آیا۔

پنجم: کھیتی باڑی

مہاجرین جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو ترجیحات کا تعین کیا گیا کہ انصار اور مہاجرین میں جو تہذیبی فرق تھا عبد اللہ بن اُبی اس سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجرین کا تعلق عدنانی عربوں سے تھا۔ یہ لوگ مکہ مکرمہ اور حجاز کے صحرائی علاقوں میں آباد تھے۔ ان کی تمام عادات و اطوار میں صحرائی اقوام کے اثرات تھے۔ صحرا کی آزاد اور بدویانہ زندگی کے یہ لوگ دلدادہ تھے، ان کی تہذیب و تمدن اور رسوم و رواج میں صحرائی تہذیب ہی رچی بسی ہوئی تھی۔ صحرا کی آزادانہ زندگی کے ساتھ ہی اہل مکہ نے اپنا شہری نظام وضع کر لیا تھا اور معاش کے لیے تجارت اور شکار پر بھروسہ کرتے تھے۔ تجارت کو انہوں نے زیادہ بہتر طور پر منظم کر لیا تھا۔ ڈاکٹر خالد مسعود لکھتے ہیں:

> انصار میں زیادہ تر اوس اور خزرج کے قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔ یہ افراد صدیوں سے زراعت پیشہ چلے آ رہے تھے۔ مدینہ منورہ میں آباد ہونے سے قبل یہ لوگ یمن میں آباد تھے۔ وہاں بھی زراعت اور کاشت کاری ہی ان کا پیشہ تھا۔ یمن میں آباد عربوں نے زراعت میں بہت ترقی حاصل کر لی تھی۔ انہوں نے اپنی زمینوں کی آبادکاری کے لیے ایک عظیم الشان بند تعمیر کیا تھا جو تاریخ میں سدِ مآرب کے نام سے مشہور ہے۔ پانی کی کثرت اور زرخیز زمینوں کی وجہ سے یہ لوگ خوشحال تھے۔ قرآن حکیم میں بھی ان کی خوشحالی اور زراعت کی طرف سے اشارہ اور ان کے تعمیر کردہ بند مآرب کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ بند بعد میں ایک طوفانی سیلاب سے تباہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے زبردست سیلاب آیا اور اہل یمن کے بہت سے زراعت پیشہ لوگوں کو ترکِ وطن کرنا پڑا۔ یہ لوگ یمن سے نکلے تو ایسی جگہوں پر جا کر آباد ہوئے جہاں زمینیں قابلِ کاشت تھیں اور آب پاشی کے لیے پانی موجود تھا۔ ان میں کچھ لوگ مدینہ منورہ آکر آباد ہو گئے اور یہاں زراعت میں مصروف ہو گئے۔[29]

ان لوگوں کی تہذیب و ثقافت میں متمدن اور متمول قوموں کے اثرات تھے۔ ان کی تہذیب زرعی تہذیب تھی جو صحرا کی تہذیب و تمدن سے مختلف تھی۔ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ان دو تہذیبوں کا اجتماع ہو گیا تھا۔ ایک صحرائی تہذیب تھی تو دوسری کا تعلق زرعی تہذیب سے تھا۔ عبد اللہ بن اُبی اور اس کے معاونین اس تہذیبی اختلاف سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے۔

ششم: باغبانی

عہدِ نبوی ﷺ میں باغبانی بھی محنت واجرت کا ایک اہم شعبہ تھا۔ انصارِ مدینہ کی مال و دولت کا بیشتر حصہ نخلستانوں میں تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ یہ باغات ہمارے بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیے جائیں، جبکہ مہاجرین تجارت پیشہ تھے اور زراعت کے فن سے بالکل ناواقف تھے۔ اس وجہ سے آنحضرت ﷺ نے ان کی درخواست کو مسترد کر دیا۔ انصار نے کہا: ہم تمام کاروبار خود سنبھال لیں گے، جو کچھ پیداوار ہو گی، اس میں نصف حصہ مہاجرین کا ہو گا۔ مہاجرین نے یہ تجویز قبول کر لی۔ یہ رشتہ بالکل حقیقی بھائی چارے کا رشتہ بن گیا کہ جب کوئی انصاری وفات پاتا، تو اس کی جائیداد اور مال مہاجر کو ملتا اور بھائی محروم رہتے۔ یہ اس فرمانِ الٰہی کی تعمیل تھی جس کے مطابق اللہ کی رضا کی خاطر اپنا وطن چھوڑنے والے، مال و جان سے جہاد کرنے والے اور ان مہاجرین کو پناہ دینے والے انصار سب ایک دوسرے کے بھائی اور حقیقی مددگار ہیں۔ انصار نے باہمی تعاون و تناصر سے اس حکم الٰہی کی تعمیل فرمائی۔[30] یہ حکم جنگ بدر کے بعد تبدیل ہوا جب مہاجرین کو اعانت کی ضرورت نہ رہی تو یہ اللہ کی طرف سے حکم نازل ہوا:

وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔[31]

اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں قربانی دیتے ہوئے اپنا گھر بار چھوڑا اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا، وہ بھی تم ہی میں شمار ہوں گے اور رشتہ دار اللہ کی کتاب کے مطابق، یعنی صلہ رحمی اور وراثت کے لحاظ سے، ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔

یہاں اللہ نے وضاحت فرما دی کہ قرابت دار، ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس وقت سے یہ قاعدہ تبدیل ہو گیا۔ جیسا کہ کتب تفسیر و حدیث میں بتصریح مذکور ہے۔ علاوہ ازیں انصار کے پاس مدینہ منورہ میں مہاجرین کے آنے کے بعد دیگر ذرائع کے ساتھ ساتھ باغات بھی تھے جو کہ مالِ غنیمت میں ملے اور ان سے وہ اپنا گھر چلاتے اور وقتِ ضرورت مہاجرین کے ساتھ بھی تعاون کرتے تھے۔ جیسا کہ بنو نضیر کے نخلستان کے وقت بھی انصار نے مہاجرین کو باغ دیا۔ ڈاکٹر جواد علی لکھتے ہیں:

سنہ 4ھ میں بنو نضیر جب جلاوطن ہوئے اور ان کی زمین اور نخلستان قبضہ میں آئے تو آنحضرت ﷺ نے انصار کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین نادار ہیں، اگر تمہاری مرضی ہو تو نئے مقبوضات تنہا ان کو دے دیئے جائیں اور تم اپنے نخلستان واپس لے لو۔ انصار نے عرض کی کہ نہیں ہمارے نخلستان بھائیوں کے قبضہ میں رہنے دیجئے اور نئے بھی انہی کو عنایت فرمایئے۔[32]

پھر جب غزوہ خیبر ہوا تو تمام مہاجرین نے یہ نخلستان انصار کو واپس کر دیئے۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد میں ہے:

نبی کریم ﷺ جب جنگ خیبر سے فارغ ہوئے اور مدینہ واپس تشریف لائے تو مہاجرین نے انصار کے عطیے جو نخلستان کی شکل میں تھے واپس کر دیئے۔[33]

یہ کھجور کے باغات حضور اکرم ﷺ کو بھی ہدیہ کیا کرتے تھے، علامہ واقدی لکھتے ہیں:

انصار میں کئی حضرات نے آپ کے لیے کھجوروں کے درخت (نخلات) مخصوص کر دیے تھے یا ہدیہ کر دیے تھے کہ ان کی پیداوار سے آپ ﷺ سامان زیست کریں۔ مالِ غنیمت میں اراضی اور باغات ملنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کی جائیدادیں / باغات واپس کر دیے۔ یہودی جائیدادوں اور اراضی کے ملنے سے قبل آپ ﷺ کے ایک جاں نثار یہودی نو مسلم حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ نے غزوہ اُحد سے قبل اپنے سات باغ (حوائط) آپ ﷺ کو ہبہ کر دیے تھے۔[34]

چند ایک باغات کے نام المبیت، الصافیہ، الدلال، حسنی، برقۃ، الاھواف اور مشربہ اُمّ ابراہیم تھے۔ آخر الذکر وہ باغ تھا جہاں ایک علیحدہ مکان میں حضرت ماریہ قبطیہؓ اپنے فرزند کے ساتھ رہتی تھیں اس لیے وہ ان کی کنیت سے موسوم ہوا۔ ایک باغ حدیقہ نامی بھی آپ ﷺ کے صدقات میں سے تھا۔ معلوم نہیں کہ وہ مخیریق کے عطایا میں سے تھا یا نہیں۔ آپ ﷺ نے ان ساتوں باغوں کو عام مسلمین کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔ اس کی کچھ پیداوار آپ ﷺ کے مصارف کے لیے بھی آتی تھی لیکن جس مدنی جائیداد نے آپ ﷺ کے لیے متواتر پیداوار فراہم کی وہ 3ھ میں بنو نضیر کی مفتوحہ اراضی تھی جس سے آپ ﷺ، اہل وعیال وازواج مطہرات کو سال بھر کی روزی مل جاتی تھی۔ مدینہ منورہ اور دوسرے عرب علاقوں میں زراعت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ کھجور کے باغوں میں اناج وسبزی بھی کاشت کی جاتی تھی۔ بنو نضیر کی جائیدادوں سے کھجور کے علاوہ اسی طریقہ پر کاشت کی ہوئی اناج وسبزی وغیرہ کی پیداوار بھی آپ ﷺ کے لیے آتی تھی۔ اس طرح انصار میں سے اکثر کے پاس مدینہ منورہ میں کھجوروں کے باغات تھے جس سے وہ اپنا گزر بسر کرتے تھے۔

ہفتم: آہن گری، لکڑی اور متفرق صنعتیں

عہد نبوی میں مزدوری ومشقت اور ہر طرح کا کسب معاش صحابہ کرام رزق حلال کے لیے اختیار کیا کرتے تھے اور ہر قسم کی محنت مشقت کرتے تھے۔ مختلف پیشوں کے ذریعے اپنی روزی کماتے تھے مثلاً حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ لوہار تھے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چرواہے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیر ساز تھے، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ درزی تھے، حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ گھریلو نوکر تھے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قصائی تھے۔ اسی طرح حضرت بَراء بن اَوس رضی اللہ عنہ بھی پیشے کے اعتبار سے لوہار تھے، آپ شہزادۂ رسول سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی والد تھے کیونکہ آپ کی اہلیہ نے ان کو دودھ پلایا تھا۔ طبقات ابن سعد میں ہے:

> حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس صاحبزادے کو سیدنا براء بن اوس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اُمّ سیف کے پاس دودھ پلانے کے لیے بھیج دیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ ابو سیف کے پاس تشریف لے جانے لگے، تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے، تو وہ بھٹی کو دھونک رہے تھے اور گھر دھوئیں سے بھر گیا تھا۔ میں نے فوراً ان کے پاس جا کر کہا: ابو سیف! ٹھہر جاؤ! رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ وہ رک گئے۔[35]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ وہاں مال بیچ رہے تھے۔ ان کے سامنے کشمش سے بھری دو بوریاں رکھی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور رک کر پوچھا: کشمش کیسے بیچ رہے ہو؟ جواب ملا: ایک درہم کے دو مدّ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طائف کی طرف سے ایک تجارتی قافلہ آیا تھا، میں اس سے ملا، وہ بھی یہی قیمت بتا رہا تھا۔ اب یا تو تم اپنا نرخ بڑھا دو یا پھر کشمش لے کر گھر واپس جاؤ اور جیسے چاہو بیچو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر لوٹے تو اس بات پر غور کیا، پھر حضرت حاطب

رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا: جو کچھ میں نے تم سے کہا، وہ نہ تو کوئی حکم تھا، نہ فیصلہ۔ یہ صرف ایک ایسی بات تھی جو میں نے اپنے شہر والوں کے فائدے کے لیے کہی تھی۔ تم جہاں چاہو، جیسے چاہو بیچو۔[36]

حاصلِ بحث

زیرِ نظر مقالہ عہدِ نبوی ﷺ وصحابہ میں محنت اور اجرت کے مختلف تصورات اور ان کی عملی صورتوں کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس مقالے میں اسلامی تاریخ کے ان اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن میں مختلف پیشوں جیسے تجارت، محنت، شرکت، مضاربت، گلہ بانی، باغبانی اور زراعت کی صورتیں رائج تھیں۔ ان پیشوں سے وابستہ افراد کے حقوق، نظامِ اجرت، اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، عہدِ نبوی ﷺ میں اجرت کے معاملات میں جو عدل وانصاف اور مساوات کے اصول اپنائے گئے، ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ موضوع پر کی گئی مباحث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس طرح محنت کو عزت دی جاتی تھی اور مزدوری کے بدلے اجرت دینے کا اصول معاشرتی فلاح وبہبود کے لیے بہت اہم تھا۔ مذکورہ موضوع پر حدیث، سیرت اور دیگر تاریخی ذرائع کے عمیق مطالعہ سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

1. عہدِ نبوی ﷺ میں محنت اور اجرت کا نظام نہ صرف اقتصادی فوائد کا ضامن بلکہ فرد اور معاشرہ دونوں کی فلاح میں کلیدی کردار کا حامل تھا۔
2. اس دور میں محنت واجرت کے لیے جتنے بھی ذرائع مروج تھے ان میں مادیت پرستی کا عنصر دیکھنے کو نہیں ملتا تھا۔
3. تمام ذرائع میں افراد کی معاشی خوشحالی ایک لازمی عنصر کے طور پر نمایاں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اجرت یا قیمت کا تعین ہو یا خرید وفروخت کا کوئی معاہدہ، ہر فریق کی رضامندی، حریت اور جائز حق کی فراہمی جیسے بنیادی اصولوں پر عمل لازمی قرار دیا گیا۔

یہ مقالہ نہ صرف عہدِ نبوی ﷺ کے اس اصولی نظام کو اجاگر کرتا ہے بلکہ موجودہ دور کے لیے بھی عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ محنت اور اجرت کے معاملات میں اسلامی تعلیمات پر عمل کیسے کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 ابن الاثیر، ابو الحسن علی بن محمد الجزری، اسد الغابة فی معرفة الصحابة، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1420ھ)، 11/339۔
2 سورۃ الزخرف 43:32۔
3 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، (بیروت: دار طوق نجاہ، 2009ء)، کتاب الإجارة، باب فی الشعیر، رقم الحدیث: 3451۔
4 ایضاً۔
5 محمد تقی عثمانی، مفتی، تکملة فتح الملهم، (کراچی: مکتبہ دار العلوم، 2009ء)، 1/332۔
6 احسن عظیم گیلانی، ڈاکٹر، سیرتِ رسولِ عربی، (لاہور: عام مفید کتب خانہ، 1977ء)، ص 94۔
7 ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (دمشق: دار الفکر، 1981ء)، 2/87۔
8 الهروی، ملا معین واعظ، معارج النبوة فی مدارج الفتوة، مترجمین: اقبال احمد فاروقی وحکیم اصغر احمد فاروقی، (لاہور: علم وعرفان پبلیشرز، 2006ء)، 3/34۔

9 عبد المصطفیٰ اعظمی، علامہ، **سیرتِ مصطفیٰ ﷺ**، (کراچی: مکتبۃ المدینۃ، 2018ء)، ص188۔

10 اقبال گیلانی، **سیرتِ صحابہ**، (لاہور: بیت العلوم، انار کلی، سن ندارد)، ص78۔

11 ایضاً، ص139۔

12 البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، **السنن الكبرىٰ**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2009ء)، کتاب الاجارۃ، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، رقم الحدیث: 1203۔

13 احمد بن حنبل، الامام، **مسند أحمد**، (دمشق: موسسۃ الرسالۃ، 1998ء)، 15/137۔

14 البخاری، محمد بن اسمٰعیل، **الجامع الصحیح**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب الزکوٰۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، رقم الحدیث: 1471۔

15 الہیثمی، نور الدین علی بن ابی بکر، **مجمع الزوائد**، (بیروت: دار الفکر، 1994ء)، کتاب البیوع، باب الکسب والتجارۃ ومحبتہا والحث علی طلب الرزق، رقم الحدیث: 6239۔

16 شبلی نعمانی، علامہ، **سیرۃ النبی ﷺ**، (لاہور: مکتبہ اسلامی، 2003ء)، 4/171۔

17 انور محمود خالد، ڈاکٹر، **اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ**، (لاہور: ناظم اقبال اکیڈمی، 1987ء)، 2/391۔

18 سورۃ العادیات 100:8۔

19 سورۃ البقرۃ 2:272۔

20 سورۃ البقرۃ 2:188۔

21 الطبرانی، أبو القاسم سلیمان بن أحمد، **المعجم الأوسط**، (قاہرۃ: دار الحرمین، 1995ء)، 6/310۔

22 مسلم، ابو الحسین بن الحجاج القشیری، **الصحیح لمسلم**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1955ء)، کتاب البیوع، باب تحریم الظلم وغصب الأرض وغیرہا، رقم الحدیث: 4132۔

23 مالک بن انس، الامام، **المؤطا**، (دمشق: دار الفکر، 1999ء)، کتاب الأقضیۃ، باب ماجاء فی الحنث علی منبر النبی ﷺ، 3/549۔

24 مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، (کراچی: ادارۃ المعارف، 1999ء)، 2/540۔

25 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، **البدایۃ والنہایۃ**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2001ء)، 2/291۔

26 ایضاً۔

27 بھٹی، محمد اسحاق، **برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش**، (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، 2012ء)، ص238۔

28 ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، 2/376۔

29 خالد مسعود، **حیات رسول امی ﷺ**، (لاہور: دار التذکیر، 2003ء)، ص429۔

30 سورۃ البقرۃ 2:218۔

31 سورۃ الأنفال 8:75۔

32 جواد علی، الدکتور، **تاریخ العرب قبل الإسلام**، (عراق: المجمع العلمی العراقی، 2011ء)، ص78۔

33 مسلم، **الصحیح لمسلم**، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ خیبر، رقم الحدیث: 4668۔

34 البلاذری، احمد بن یحیٰ بن جابر، **انساب الاشراف**، (بیروت: مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 1974ء)، 1/380۔

35 الزرکلی، خیر الدین، **الاعلام**، (بیروت: دار العلم للملایین، 2011ء)، 2/159۔

36 البیہقی، **السنن الكبرىٰ**، 6/48۔